# قرض اور میراث

ڈاکٹر ذکیہ رخشندہ
دلکشا، N-49، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔110025

اقبال سر اسکول کے اساتذہ اور بچوں دونوں میں یکساں طور پر ہر دلعزیز تھے۔ اسٹاف کے کسی فرد کو کوئی پریشانی ہو یا بچوں کو، سب کی مدد کے لیے وہ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ریاضی کے استاد ہونے کے باوجود بچوں کو ان کی کلاس کا بے صبری سے انتظار رہتا تھا۔ بچّے اتنا خشک مضمون بھی ان سے بے حد دلچسپی سے پڑھتے تھے، اور کیوں نہ پڑھتے ان کا طریقہ ہی اتنا دلچسپ اور مزیدار ہوتا تھا کہ کند سے کند ذہن طالب علم بھی مشکل ترین سوالات حل کرنے میں ماہر ہو جاتا۔ دراصل وہ بے حد شفیق ہونے کے ساتھ ساتھ متحمل مزاج بھی تھے اور اگر کوئی بچہ دس مرتبہ بھی ایک ہی سوال سمجھنا چاہتا تو وہ اسے بے انتہا نرمی اور شفقت کے ساتھ سمجھاتے۔ اس کے علاوہ وہ کلاس میں ریاضی کے مقابلے بھی کرواتے جس سے بچے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں رہتے، اس کے بعد بچوں کو انعام دینا تو جیسے ان کے لیے بے حد دلچسپ مشغلہ تھا، یہ سب وہ اپنی جیب سے کرتے۔ اکثر اساتذہ ان کو ایسا کرنے سے منع بھی کرتے اور کہتے کہ آپ تو اپنی تنخواہ کا اچھا خاصا حصہ ان بچوں ہی پر خرچ کر دیتے ہیں تو اقبال سر ہنس کر کہتے کہ طلبا بھی تو اولاد ہی کے درجے میں ہوتے ہیں، ان کا بھی حق ہے ہماری کمائی میں۔

۵/ستمبر کو ہمیشہ کی طرح یوم اساتذہ بڑے جوش و خروش سے منایا جا رہا تھا۔ بچے اساتذہ کا کردار ادا کر رہے تھے۔ چھٹی جماعت میں عدنان، اقبال سر بن کر کلاس کو حساب پڑھا رہا تھا۔ تبھی اقبال سر کلاس میں داخل ہوئے تو سارے بچے احتراماً کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے سب کے سلام کا جواب دے کر بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر بچوں سے مخاطب ہو کر کہا پیارے بچو! یوم اساتذہ کی خوشی میں آج میں تم سب کو دو، دو سو روپے دوں گا۔ سارے بچے خوشی سے جھوم اٹھے اور من ہی من میں ان دو سو روپیوں کے خرچ کا منصوبہ بنانے لگے۔ سر نے پوری کلاس میں جب روپے تقسیم کر دیے تو ایک ایک بچے کو اٹھنے کا اشارہ کرتے اور اس سے پوچھتے بیٹا تم ان روپیوں کا کیا کرو گے۔ ہر بچے نے اپنی خواہش استاد کو بتا دی، کسی نے کہا کہ سر میں اس سے کامکس خریدوں گا، کسی نے کھلونے خریدنے کی بات کہی، اسی طرح بچیوں نے گڑیا اور کچن سیٹ کا کھلونا وغیرہ خریدنے کا ذکر اپنے استاد سے کر دیا۔

آخر میں اقبال سر نے عدنان سے جو کہ آج کا اقبال سر تھا، مزاحیہ انداز میں پوچھا ''اور سر آپ کیا لیں گے اپنے لیے''؟ اقبال سر کے اس انداز پر پوری کلاس ہنس پڑی، لیکن عدنان کی سنجیدگی دیکھ کر اقبال سر بھی سنجیدہ ہوگئے اور انہوں نے پوچھا بیٹا عدنان تم کیا سوچ رہے ہو، تم بھی تو بتاؤ کہ ان روپیوں سے اپنے لیے کیا لوگے؟ عدنان نے نہایت ادب سے جواب دیا سر میری ماں کپڑے سل کر میرا اور اپنا خرچ اٹھاتی ہیں ان کی عینک ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ سے ان کو کپڑے سلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ میں ان پیسوں سے ان کے لیے عینک لاؤں گا۔ اتنا سننا تھا کہ اقبال سر کا دِل بھر آیا اور وہ آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو چھپانے کے لیے کلاس سے باہر آگئے۔ اپنے آپ کو سنبھالا، آنسو خشک کیے اور دوبارہ کلاس میں آئے اور عدنان سے کہا شاباش بیٹا تم تو بڑے ہونہار نکلے یہ لو سو روپے اور۔ یہ کس لیے؟ عدنان نے کہا آپ نے تو سب بچوں کو صرف دو سو روپے دیے ہیں۔ مجھے تین سو کیوں؟

اقبال سر نے کہا بیٹا وہ تو آپ کی امّی کی عینک کا ہوگیا اس سے آپ اپنے لیے کچھ لے لیجئے گا، لیکن سر یہ تو بھیک ہوگئی اور امی بھیک لینے سے منع کرتی ہیں، عدنان نے جواب دیا۔ اقبال سر دِل میں سوچنے لگے اُف رے خودداری، وہ بھی اتنے چھوٹے بچے کے اندر۔ پھر انہوں نے ذرا سنبھلتے ہوئے کہا نہیں بیٹا یہ بھیک نہیں ہے، یہ قرض ہے جب آپ خوب پڑھ لکھ کر کچھ بن جایئے گا تو میرا قرض واپس کر دیجئے گا۔ یہ کہہ کر کسی طرح اقبال سر نے بات بنائی۔

دن گزرتے رہے، اس واقعہ کو تقریباً سبھی بھول چکے تھے، لیکن اقبال سر کو اکثر عدنان کی باتیں یاد آجاتیں تو ان کا دِل بھر آتا اور وہ عدنان کے روشن مستقبل کی دعائیں مانگتے۔

دن ہفتے، ہفتے مہینوں اور مہینے سال میں بدلتے رہے۔ بچوں کا تعلیمی سفر آگے بڑھتا رہا اور آخر وہ دن بھی آگیا جب عدنان کی الوداعی پارٹی تھی۔ دراصل یہ اسکول صرف آٹھویں جماعت تک تھا اس کی دوسری برانچ اسی شہر میں دوسری جگہ تھی اور اس طرح عدنان کا بیچ ہائی اسکول کی برانچ میں چلا گیا۔

وقت تیزی سے گزرتا رہا، اس واقعہ کو بھی اٹھارہ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ اسکول کے کچھ اساتذہ ریٹائر ہو چکے تھے اور کچھ کا ریٹائرمنٹ قریب تھا۔ اقبال سر بھی اب بوڑھے ہو چکے تھے، لیکن ان کے مزاج کی شائستگی اب بھی برقرار تھی اور وہ اپنے طالب علموں پر ویسے ہی جان چھڑکتے تھے۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی یوم اساتذہ کے لیے بچے بڑے پُر جوش نظر آرہے تھے، گویا اسکول میں عید کا سماں بندھا ہوا تھا کہ اچانک اسکول میں کھلبلی مچ گئی، دراصل بغیر کسی اطلاع کے انسپکٹر آف اسکولس اس اسکول کے معائنے کے لیے آگئے۔ ابھی ان کی گاڑی اسکول کے گیٹ پر آکر رکی ہی تھی کہ پورے اسکول میں یہ خبر پھیل

گئی۔ سبھی اساتذہ اپنی اپنی کلاس کو ڈسپلن میں رہنے کی ترغیب دینے لگے۔ چپراسیوں نے بھی جلدی جلدی پورے اسکول کا معائنہ کرڈالا کہ کہیں کوئی بے ترتیبی، بدنظمی یا کسی قسم کا کوئی کوڑا کرکٹ نہ پڑا ہو، تبھی پتہ چلا کہ انسپکٹر آف اسکولس نے اقبال سر سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اس وقت اقبال سر اسٹاف روم میں بچوں کی کاپیاں چیک کر رہے تھے۔ اساتذہ انسپکٹر صاحب کی اقبال سر سے ملاقات کی وجہ جاننے کے لیے بے چین تھے اور سوچ رہے تھے کہ وہ تو اتنے اچھے استاد ہیں کیا کسی نے ان کے خلاف کوئی شکایت درج کروادی ہے یا کوئی اور بات ہے کیوں کہ ان کا ریکارڈ تو بہت صاف ہے یا ان کو کوئی ایوارڈ ملنے والا ہے۔ سب ہی اپنی اپنی جگہ حیران و پریشان تھے۔

تبھی وہ اقبال سر کے سامنے پہنچ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اسٹاف روم میں بیٹھے اساتذہ ایک وجیہ نوجوان کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور پھر اس کا یہ عمل سب کو چونکا گیا، یہ کیا انسپکٹر آف اسکولس اقبال سر کے قدموں میں؟ سر نے اپنے چشمے کے پیچھے سے اس نوجوان کو بغور دیکھا اور اچانک حیرت اور مسرّت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بول اٹھے۔ عدنان تم، بیٹا عدنان تم۔ انھوں نے اس نوجوان کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے گلے سے لگا لیا اور کہا بیٹے تمہاری جگہ یہاں ہے میرے دل میں۔ کہاں تھے تم اتنے دنوں تک، آج تم اس مقام پر پہنچ گئے ....اور بھی نہ جانے وہ کیا کیا بولتے رہے۔

عدنان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے اور اقبال سر کی آواز بھی جذبات اور مسرّت سے معمور ہو کر رندھ گئی تھی، ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو گیا تھا۔ استاد اور شاگرد کے ملن کا یہ حسین اور جذباتی منظر دیکھ کر وہاں موجود دیگر اساتذہ کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

عدنان نے کہنا شروع کیا کہ سر میں نے اسی دن عہد کر لیا تھا کہ میں بھی کچھ بن کر دکھاؤں گا۔ اپنی ماں کی انتھک محنت اور آپ کی دعاؤں کی بدولت آج اس مقام پر ہوں۔ آپ کی تعلیمات اور حوصلہ افزائیوں نے مجھے فرش سے عرش پر پہنچا دیا ہے۔ عدنان سانس لینے کے لیے تھوڑا رکا اور دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا کہ سر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ میں آپ کے سو روپیوں کا قرض تو ادا کر دوں گا، لیکن آپ کے عطا کردہ علم کا قرض میں کیسے ادا کر پاؤں گا۔ میں تو آپ کی کوئی اور خدمت بھی نہ کر سکا، بس اپنی زندگی اور شخصیت کو بنانے میں لگا رہا، یہ کہہ کر عدنان کی آنکھوں سے دوبارہ آنسو بہنے لگے۔

اقبال سر نے ایک بار پھر عدنان کو گلے سے لگا کر سر پر ہلکی سی چپت لگائی اور کہا کہ پگلے علم قرض نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ایک استاد کی طرف سے شاگرد کے لیے میراث ہے اور بیٹا تم تو اب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان ہو۔ اپنی اس میراث کو دوسروں میں بانٹ سکتے ہو، اپنے علم کی روشنی سے تاریک زندگیوں میں اجالے پھیلانا۔

○○